نشر الجوائز علیٰ الاذکار امام الجنائز

تصنیف لطیف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت علامہ مفتی ابو الصالح حافظ
محمد فیض احمد صاحب اویسی رضوی مدظلہ

ملنے کے پتے :- مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ۔ بہاولپور
حاجی مشتاق احمد اینڈ سنز اندرون بوہڑ گیٹ ملتان شہر
مکتبہ حامدیہ رضویہ۔ داتا گنج روڈ۔ لاہور

استفتا

بخدمت اقدس حضرت مولانا مفتی ابو الصالح محمد فیض احمد صاحب اویسی رضوی دام الطافہم السلام علیکم
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ جنازہ کے آگے آگے حلقۂ ذکر کلمہ طیبہ اور نعت خوانی
کرنا جائز ہے یا کہ نہیں۔ اعلیحضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب رضی اللہ عنہ نے فتاوی رضویہ جلد
چہارم صفحہ ۴ و ۸۱ و ۹۰ پر جائز قرار فرمایا اور ہمارا اس پر عمل ہے۔ یہاں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ کتب فقہ
میں عند امام اعظم مکروہ لکھا ہے چنانچہ حوالہ کتب عرض خدمت ہے۔ کنز الدقائق میں ہے وکرہ قبل
وضعہ والمشی قدامہا کفایہ شرح ہدایہ سے منقول ہے والمشی قدامہا مکروہ ولیس بحذفہا
خلافا للشافعی فانہ یقول المشی واجب۔ ذخیرۃ العقبی حاشیہ شرح وقایہ قال احب الی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
مشی خلف جنازۃ سعید بن معاذ وعلی رضی اللہ عنہما کان یمشی خلف الجنازۃ۔ نور الایضاح میں ہے
والمشی خلفہا افضل من المشی امامہا کفضل صلوۃ الفرض علی النفل ویکرہ رفع الصوت بالذکر
والجلوس قبل وضعہا۔ ان عبارات کی روشنی میں جنازہ کے آگے چلنا اور ذکر کرنا منع ثابت ہوتا ہے۔
برائے مہربانی ان عبارات کا علمی اور فقہی جواب دیکر مشکور فرمادیں۔ فقط والسلام
المستفتی (مولوی) قاری محمد صدیق قادری محلہ یکہ توت پشاور۔ ۲۰ صفر المظفر شریف

الجواب منہ الهداية والصواب

الحمد للہ الذی ہدانا الی الصراط السوی ووقانا من شرور الشیطان الغوی والصلوۃ
والسلام علی حبیبہ النبی الذی ارسل الینا بالبرہان القوی وعلی آلہ التقی والنقی
اما بعد۔ قبل از ایضاح متعدد مقدمات ذہن نشین فرمالیجئے۔ ذکر الٰہی کیلئے اوقات کی پابندی
نہیں کیونکہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ و جزئیات فقہیہ و لغات اسلامیہ وغیرہا میں تصریحات موجود
ہیں کہ ذکر الٰہی ہر وقت جائز ہے۔ آیات قرآنیہ شاہد ہیں۔

۱۔ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم (پ ۴) (ترجمہ) وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں کھڑے ہوکر اور بیٹھے ہوئے اور اپنی کروٹوں پر۔
آیت میں ہر وقت ذکر کرنے کا حکم ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کثرت ذکر کا حکم فرماتا ہے کما قال

۳۔ یاایھا الذین اٰمنوا اذکروا اللہ ذکرا کثیرا — اے ایمان والو اللہ کا ذکر بہت زیادہ سے زیادہ کیا کرو

بلکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے غمزدہ (پ ۲۲) کے غم ٹل جاتے ہیں۔

۴۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (پ ۱۳) — خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں۔

کسے معلوم نہیں کہ میت کتنا قدر غم میں مبتلا ہے وہ ذکر الٰہی سنے گا تو اس کا دل چین پائے گا۔ لیکن اسلام اور مسلمانوں کا دشمن مسلمانوں کیلئے چین اور قرار نہیں چاہتا اسی لئے روکتا ہے اور کثرت ذکر میں فلاح دارین کا وعدہ ہے کما قال

۵۔ فاذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون (پ ۲۸) — اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم دارین کی کامیابی پا جاؤ۔

بکثرت ذکر کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بڑی تعریف فرمائی ہے اور وعدہ مغفرت اور اجر عظیم سے نوازا ہے کما قال

۶۔ والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ و اجرا عظیما (پ ۲۲) — اور وہ مرد اور عورتیں جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرنے والے ہیں اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے

احادیث نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۱۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملائکۃ و غشیتھم الرحمۃ و نزلت علیھم السکینۃ و ذکرھم اللہ فیمن عندہ (رواہ مسلم) — حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی جگہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے نہیں بیٹھتی مگر اللہ تعالیٰ کے فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور رحمت انہیں اپنے میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان میں فرماتا ہے جو اس کے پاس ہے

حدیث میں ایک جگہ بیٹھ کر ذکر کرنے کی قید اتفاقی ہے کما ھو مصرح فیما بعدہ انشاء اللہ

۲۔ طویل حدیث قدسی کا آخری حصہ جو ذکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاشھدکم انی قد غفرت لھم۔ اے فرشتو گواہ رہنا میں نے ان سب کو بخش دیا۔ اسی روایت میں ہے کہ فرشتے کسی کی شکایت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا یشقی جلیسھم (رواہ البخاری) یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے پیارے ہیں کہ ان کا ہم صحبت بھی رحمت کی توقع سے محروم نہیں ہے۔

۶؎ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ قد غفرت لھم فاعطیتھم ما سألوا واجرتھم مما استجاروا میں نے ان کو بخش دیا اور جو کچھ چاہتے ہیں میں نے انہیں عطا فرما دیا اور جس سے پناہ مانگتے تھے میں نے اس سے انہیں پناہ دیدی۔

۷؎ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ تمہیں ایک بہترین اعمال نہ بتاؤں جو سونا چاندی صدقہ کرنے اور جنگ میں لڑنے سے بھی بہتر ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی ہاں جی آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر (رواہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ)

۸؎ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حلقۂ ذکر کی مجلس میں بیٹھا ہوا دیکھ کر فرمایا کہ

اتانی جبرائیل فاخبرنی ان اللہ عزوجل یباھی بکم الملائکۃ (رواہ مسلم)

ابھی جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور خبر دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حلقۂ ذکر سے فخر فرما رہا ہے

۹؎ حضور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لکل شیء صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ وما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ (الحدیث) مشکوٰۃ شریف۔

ہر شے کیلئے صفائی ہے دل کی زنگ کی صفائی ذکر اللہ سے ہوتی ہے اور عذاب الٰہی سے سب سے بڑا حل بچانے والا ذکر حق ہی ہے۔

ان کے علاوہ بیشمار احادیث کتب احادیث صحیحہ میں موجود ہیں جن میں ذکر کے فضائل اور ثواب کی تفاصیل ہیں آیات و احادیث میں ذکر کا وقت متعین نہیں فرمایا گیا بلکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق بی بی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ تعالیٰ علی کل احیانہ (رواہ مسلم و احمد و ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ) یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر وقت کیا کرتے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حالت میں جائز ہے خواہ جمع ہو کر یا تنہائی میں جہر کے ساتھ ہو یا اخفاء۔ میت کے جنازہ لیجانے سے پہلے یا بعد کو ہر حال میں آیات و احادیث میں ذکر کا جواز ہے جو شخص کسی ایک وقت کیلئے مخصوص کرتا ہے وہ مجرم و خطاکار ہے۔

قاعدہ: کیونکہ اصول تفسیر و حدیث و فقہ کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ قرآن و حدیث کے عموم کو خاص کرنا اپنے قیاس و اجتہاد سے حرام ہے بلکہ اسی کو تحریف کہا جاتا ہے اور آیات و احادیث میں عام ہے مفسرین کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

۱۔ تفسیر کبیر تحت آیت یذکرون اللہ الخ میں تحریر فرماتے ہیں۔

المراد كون الانسان دائم الذكر لربه فان الاحوال ليست الا هذه الثلثة ثم لما وصفهم بكونهم ذاكرين فيها كان ذالك دليلا على كونهم مواظبين على الذكر غير فاترين عنه۔

مقصد یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور بندوں کے یہی احوال ہیں جو ان کو ذکر کی صفت سے موصوف فرمایا تاکہ دلیل بن جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد کرنے والے ہیں کبھی سستی نہیں کرتے۔

۲۔ تفسیر ابو السعود میں مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ

والمراد تعميم الذكر للاوقات وتخصيص الاحوال المذكورة ليس لتخصيص الذكر بها بل لانها الاحوال المعهودة التي لا يخلو عنها الانسان۔

مراد یہ ہے کہ ذکر ہر وقت کرنا چاہئے ان تین وقتوں کو تخصیص کیلئے نہیں بلکہ اسلئے ذکر کیا کہ انسان ان احوال سے خالی نہیں یا وہ کھڑا ہوتا ہے یا بیٹھا ہوتا ہے یا سوتا ہوتا ہے۔

۳۔ تفسیر مظہری میں تحت آیت مذکورہ ہے ص ۱۸۱۔

المراد بها عند عامة المفسرين المداومة على الذكر في عموم الاحوال الخ

مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس میں ذکر پر مداومت ہو ہر وقت میں الخ

تقریبا تمام تفاسیر میں آیات و احادیث کے مقتضی پر ذکر الٰہی کیلئے جنازہ سے قبل و بعد کی قید اپنی طرف سے لگانا قرآنی مفہوم کو بدل ڈالنا ہے یہ کام یہود و نصاریٰ کا ہے۔

آیات و احادیث میں عموم تو ہے ہی اگر کسی مخالف کے پاس آیت یا حدیث موجود ہے تو دکھائے کہ جس میں لکھا ہو کہ جنازہ کے آگے آگے کلمہ طیبہ یا ذکر الٰہی یا نعت خوانی ناجائز ہے فاتوا برهانكم ان كنتم صدقين۔

عقلیات۔ ظنیات۔ قیاسات کو قرآنی آیات و احادیث کے تصریحات کے مقابلہ میں دیوار پر مارنے کا حکم ہے۔ اصول فقہ کی متداول کتاب نور الانوار صفحہ مطبوعہ کراچی میں ہے۔

والتخصيص في الاصطلاح هو قصر العام على بعض مسمياته بكلام مستقل موصول فان لم يكن كلاما بان كان عقلا او حسا او عادة او نقصا لم يكن تخصيصا اصطلاحيا

تخصیص شریعت میں عام کو اسکے بعض مسمیات میں بند کر لیا جائے بشرطیکہ وہ کلام مستقل اور متصل ہو اگر کلام کی تصریح سے نہ ہو بلکہ عقل سے ہو یا حس سے ہو یا عادت وغیرہ سے ہو تو اسے تخصیص نہیں کہتے

ان آیات واحادیث کے عموم کی وجہ سے فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ بحالت جنابت و بحالت حیض وغیرہا ذکر الٰہی جائز ہے سوائے تلاوت قرآن پاک کے باقی تمام اذکار جائز ہیں بلکہ قرآنی آیات بغیر قصد تلاوت جائز ہے (غنیۃ المستملی سے لیکر شامی تک)

قاعدہ: قرآنی آیات واحادیث کی تصریحات کے عموم کو خبر واحد احادیث اور بہت بڑے محدث فقیہ، مفسر، علامہ زمان، متبحر فی العلوم والفنون کے اقوال سے خاص نہیں کیا جاسکتا۔

جس کا صاف وشفاف مطلب یہ ہوا کہ میت کے جنازہ کے وقت ذکر الٰہی، کلمہ طیبہ، نعت خوانی اور دیگر اذکار بغیر جائز اور مستحسن ہیں۔ آیات واحادیث میں جواز کا حکم ملتا ہے نہ کہ ممانعت کا۔ اگر کسی کے پاس ممانعت کی تصریح قرآن وحدیث سے ہے تو لائے لیکن نہ ان کے پاس ہے نہ لا سکینگے اور انشاء اللہ قیامت تک نہیں لا سکتے۔

ذکر الٰہی سے روکنا شیطان کا کام ہے

قرآنی آیات

۱۔ ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین وانهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون انهم مهتدون (پ ۲۵ ع ۲)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے چشم پوشی کرتا ہے تو ہم اس کا شیطان ساتھی بنا کر اس پر مسلط کرتے ہیں پھر ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو سیدھی راہ سے روکتے پھریں اور ان کا گمان یہ ہوتا ہے کہ وہ سیدھی راہ بتانے والے ہیں۔

۲۔ ولا تکونوا کالذین نسوا الله فانساهم (پ ۲۸ ع ۶)

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ نے بھی انھیں بھلا دیا۔

۳۔ استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئك حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون (پ ۲۸ ع ۳)

شیطان ان پر غالب ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھول جاتے ہیں وہی شیطان کا گروہ ہے اور شیطان کا گروہ ہمیشہ خسارے میں ہے

۴۔ من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ونحشره یوم القیامة اعمی قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذالك اتتك ایاتنا فنسیتها وکذالك الیوم تنسی پ ع

جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا اس کی معاش تنگ کر دینگے اور کل قیامت میں اسے اندھا کر کے اٹھائینگے عرض کرے گا یا اللہ تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میری دنیا میں آنکھیں تھیں ارشاد ہوگا ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں تو نے انہیں بھلا دیا آج تجھے بھی بھلا دیا

ان آیات سے ذکر الٰہی سے روکنے والے اور اس سے روگردانی کرنے والے کو سخت وعیدیں سنائی گئی ہیں

۵ ارأیت الذی ینھٰی عبدا اذا صلی۔ کیا تو نے اسے دیکھا جو میرے بندے کو نماز سے روکتا ہے

اس آیت میں بھی منجملہ نیکی سے روکنے والے کی سخت مذمت کی گئی ہے بلکہ کافر سے مراد روکنے والے کو اللہ تعالیٰ نے یوں یاد فرمایا۔

۶ مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذٰلک زنیم (پ ۲۹ ع ۲) وہ بندہ جو نیکی سے روکنے والا جو حد سے تجاوز کرنے والا گناہگار اور سرکش اور ولد الحرام ہے۔

ان آیات کی وجہ سے فقہاء کرام نے عوام کو نیکی کے کام سے نہیں روکا اگرچہ عوام کا وہ فعل بظاہر اچھا ہو اور شرعاً حرام۔ چنانچہ

۱ سیدنا امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم عیدگاہ میں تشریف لے جاتے ہیں وہاں ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ نوافل پڑھ رہے ہیں آپ نے کسی سے فرمایا انہیں جاکر کہو کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہاں پر حضور علیہ السلام کو نوافل پڑھتے نہیں دیکھا وہ لوگ آپ کے اتنا کہنے سے نوافل پڑھنے سے نہ رکے آپ کے خدام نے عرض کی حضرت جی انہیں زجر و توبیخ فرمائیں آپ نے فرمایا مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں نیکی سے روکنے والوں کی صف میں نہ آ جاؤں جنہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ارأیت الذی ینھٰی عبدا اذا صلی کذا فی تفسیر عزیزی پ ۳۰ سورۃ اقرأ

(ف) دیکھئے عیدگاہ میں عید کے دن نوافل پڑھنا ناجائز ہے لیکن سیدنا علی المرتضیٰ نہیں روکتے۔

۲ سورج نکلتے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن پڑھنے والے کو روکنا منع ہے۔ درمختار میں ہے کرہ تحریما صلوٰۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلہا لانہم یترکون والاداء الجائز اولیٰ من الترک کما فی القنیہ وغیرہا۔

۳ بعض لوگوں کی عادت تھی کہ ذوالحجہ کے دس دنوں میں بازاروں میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ان کو اس عمل سے روکا جائے آپ نے فرمایا نہ۔ حالانکہ بازاروں میں کیا ویسے بھی بلند آواز سے تکبیروں کو فقہاء مکروہ سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود عمل کرنے والے کو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ روکتے نہیں۔

عہ وکذا سئل عن ابی جعفر الفقیہ فی مسئلۃ التکبیر فی الاسواق فی الایام العشر الذی قال لا ینبغی ان تمنع العامۃ عن ذٰلک لقلۃ رغبتہم فی الخیر وبہ ناخذ اھ (الدر المختار)

ملے صلوٰۃ الرغائب وصلوٰۃ لیلۃ القدر وغیرہا کو جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے لیکن فقہائے کرام نے فرمایا اگر کوئی لوگ پڑھتے ہوں تو ان کو روکا بھی نہ جائے چنانچہ الحدیقۃ الندیہ للشیخ عبد الغنی النابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے ومن هذا القبيل منع الناس عن صلوٰة الرغائب بالجماعة وصلوٰة ليلة القدر ونحو ذالك وان صرح العلماء بالكراهة بالجماعة فيها فلا يفتى بذالك العوام لئلا تقل رغبتهم في الخيرات

اسکے علاوہ بھی بیشمار مسائل ہیں جو ماہر فقہ کو معلوم ہیں کہ کسی نیکی سے کسی کو روکنا گناہ ہے۔ اگرچہ وہ شرعاً نیکی نہیں جو روکے اسکیلئے سخت وعیدیں ہیں اور ذکر حق کیلئے تو شرعاً کسی قسم کی ممانعت نہیں بلکہ اس کے بہت بڑے فضائل ہیں پھر نماز جنازہ میں قبل یا بعد جب بھی ذکر کیا جائے موجب خیر و برکت ہے جس کی تصریحات آگے بیان ہونگیں انشاء اللہ تعالیٰ

ملے جو کار خیر بھی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کے بعد کیا جائے ضروری نہیں کہ وہ مذموم ہو بلکہ اسے مذموم بتانے والا خود مذموم ہے۔ حضرت عبد الوہاب الامام الشعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لانه كل ما لم يكن على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم يكون مذموما ولو فتح هذا الباب لردت اقوال المجتهدين في جميع ما استحبوا من المحاسن ولا قائل به وقد فتح رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلماء امته هذا الباب واباح لهم ان يسنوا كل شيء استحسنوه ويلحقوه بالشريعة رسول الله صلى الله عليه وسلم لقوله عليه السلام من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها (كذا في العهود المحمدية)

وجہ یہ ہے کہ جو عمل حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھا وہ ضروری نہیں کہ وہ مذموم ہے ورنہ اسطرح سے تو مجتہدین کے تمام اقوال رد ہو جائینگے جبکہ فقہاء نے بہت سے اعمال کو اچھا سمجھا جو حضور علیہ السلام کے زمانہ میں نہ تھے۔ بلکہ حضور علیہ السلام تو اپنی امت کیلئے ان باتوں کا دروازہ کھول گئے تاکہ وہ اچھا جس عمل کو سمجھ جائیں اسے عام رائج کریں اور اسے وہ شریعت کی طرح سمجھیں اس سے طریقہ جاری کرنے والے کو ثواب ملے گا اور عامل کو بھی۔

بفضلہ تعالیٰ ذکر حق اور کلمہ طیبہ اور نعت خوانی ذکر خیر میں شامل ہو کر ہر وقت خواہ وہ جنازہ کے بعد ہی سہی جائز ہیں اور پھر اسے بدعت سمجھ کر محروم ہونا شریعت مطہرہ کے اصل سے جہالت کا ثبوت دینا ہے۔

ملے میت اپنے اہل وعیال سے جدا ہو کر ایک غیر مانوس ملک کا راہی ہوتا ہے جہاں اندھیرا ہے

غم والم اور حزن وملال کا ہونا لازمی امر ہے اور ذکر الٰہی، کلمہ طیبہ، نعت خوانی بہترین علاج ہیں مکدر
اور غم والم اور حزن وملال کے دفعیہ کیلئے چنانچہ قرآن پاک کی آیت میں ہے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب"
خبردار اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔ اس آیت کے تحت حضرت علامہ اسمٰعیل
حقی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں

فالمؤمنون يستأنسون بالقرآن وذكر الله الذي هو الاسم الاعظم ويحبون استماعها والكفار يفرحون بالدنيا ويستبشرون بذكر غير الله۔

پس مؤمن قرآن وذکر الٰہی سے مانوس ہوتے ہیں اسلئے کہ یہ اسم اعظم ہے اور مؤمن اسکے سننے سے خوش ہوتا ہے اور کافر غمگین ہوتا ہے بلکہ وہ غیر اللہ کے ذکر کو سننے سے خوش ہوتے ہیں

بفضلہ تعالیٰ ذکر اور کلمہ طیبہ اور نعت خوانی کرنے والے بھی مسلمان ہوتے ہیں اور میت بھی مسلمان
اس لئے ہم لوگ تو ان اعمال سے خوش ہوتے ہیں لیکن جن کے دل سیاہ ہیں اور مائل بکفر تو وہ ان
اعمال سے نہ صرف محروم ہیں بلکہ دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

میت کو اس وقت جتنا ہی خوشیاں دکھائی سنائی جائیں کم ہیں کیونکہ ایسے ملک کو جا رہا
ہے جہاں غم والم کا گھر ہے اور بمطابق حدیث پاک ذکر حق کی مجلسیں جنت کے باغات ہیں۔
مشکوٰۃ شریف میں ہے "اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر"
جب تم بہشت کے باغات میں سے گزرو تو کچھ حاصل کر لیا کرو عرض کی گئی کہ بہشت کے باغات کیا
ہیں آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے۔ ہم اپنے بھائی مسلمان کو ذکر، کلمہ طیبہ، نعت خوانی سنا کر
باغاتِ جنت کی سیر کرانے جاتے ہیں جس سے وہ ہمیں دعائیں دیتا ہے لیکن محروم القسمت
کا کیا کہنا کہ وہ بیچارہ کیا کرے جبکہ اسے بہشت کی نعمتوں سے دور رکھا جا رہا ہے۔

میت قبر میں جائے گی اس سے منکر ونکیر کے سوالات ہونے ہیں گویا میت کی ایک بڑی
آزمائش ہونی ہے اور امتحان سے پہلے سوالات وجوابات کی یاددہانی ضروری ہوتی ہے اور
وہ اسی ذکر، کلمہ طیبہ، نعت خوانی سے ہی حاصل ہے اس سے ہم بفضلہ تعالیٰ حدیث پر عمل کرنے
والے بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ (رواہ مسلم) اپنے مرتی کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو

اس حدیث کو اگرچہ علماء کرام نے سکرات موت کے وقت پر محمول کیا ہے لیکن چونکہ مطلق ہے
اسی لئے اس معنی پر محمول کیا جائے تو بھی روا ہے ہمارے عمل ایک طرف تو حدیث پاک پر

حل کرتا ہے دوسری طرف میت کو آئندہ سوالات کے جوابات کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے تاکہ وہ قبر میں جاکر امتحان دیتے وقت گھبرا نہ جائے یہی وجہ ہے کہ اس کی قبر کے سرہانے بیٹھ کر تلقین کی جاتی ہے جیسے کتب احادیث میں اور جزئیات فقہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۵۔ ذکر الٰہی اور کلمہ طیبہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مناقب جلیلہ اور اولیائے کرام کے مناقب سننا سنانا بھی عبادت و اطاعت ہے۔

(۱) بعض مفسرین نے "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" میں ذکر اللہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس مراد لی ہے۔ چنانچہ شفا شریف ص۲۶ میں ہے "عن مجاهد فی قوله تعالیٰ الا بذکر الله تطمئن القلوب قال بمحمد صلی الله علیه وسلم واصحابه" یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذکر سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔

(۲) صحیح بخاری شریف و دیگر صحاح کی کتابوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی توصیف و منقبت کیلئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو منبر بٹھا دیتے تھے اور وہ اس میں نعت شریف پڑھتے تھے۔

(۳) کنز العمال شریف میں ہے "ذکر الانبیاء عبادة و ذکر الصالحین اطاعة" انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم السلام کا ذکر شریف عبادت اور اللہ والوں کا ذکر اطاعت ہے۔

ان مقدمات کو ملانے سے مطلب واضح ہو جاتا ہے کہ جنازہ کے آگے آگے ذکر الٰہی اور کلمہ طیبہ پڑھنا اور نعت خوانی وغیرہ کرنا جائز ہے بلکہ موجب خیر و برکت اور میت کیلئے باعث نجات اور پڑھنے والوں کیلئے بے حساب اجر و ثواب نصیب ہوگا۔

باب اول

اہل انصاف اور منشور انسان کیلئے مقدمات مسطورہ کے بعد کسی قسم کی ضرورت باقی نہیں رہتی لیکن خصم بے چارہ عقلاً کمزور پڑنے کی وجہ کا بھی واقع ہوا ہے اسلئے جب تک تصریحات پیش نہ کئے جائیں وہ سمجھتا نہیں اگرچہ ان تصریحات کے بعد ماننے گا نہیں لیکن ہمارا فرض ہے کہ ہم بھولے بھٹکے بندے کو راہ تو بتلائیں "والهدایة بید الله وهو علی کل شیء قدیر"۔

۱۔ عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اکثروا فی الجنازة قول لا اله الا الله (کنز العمال ص۹۹ ج۸) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لا الہ الا اللہ بہت زیادہ پڑھا کرو۔

حدیث شریف کی ایسی تصریح مخالف کو نہ ملے تو اس کا اپنا قصور ہے ورنہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ

کے ذکر سے کئی مشکلیں حل ہوتی ہیں اور بندے کو اس سے اور کون سی بڑی مصیبت ہوگی قبر میں جانے پر صرف تخریف پڑھنے اور اللہ والوں کے ذکر سے اس کو نجات مل جائے تو پھر روکنے کا کیا معنے۔ حدیث شریف کی تصریح کے بعد فقہی حوالہ جات ملاحظہ فرمائیے۔

۲۔ لكن بعض المشائخ جوزوا الذكر الجهري ورفع الصوت بالتعظيم قدام الجنازة وخلفها لتلقين الميت والاموات والاحياء وتنبيه الغفلة والظلمة وازالة صداء القلوب وقساوتها بحب الدنيا والرياسة - كذا في الحديقة الندية في شرح طريقة المحمدية لسيدنا الامام عبد الغني النابلسي

لیکن بعض مشائخ ذکر بالجہر اور آواز بلند کرنا جنازہ کے آگے پیچھے جائز رکھا ہے جس میں میت اور دیگر اموات و احیاء کیلئے تلقین اور غفلت اور ظلمت سے تنبیہ اور دل کی قساوت اور کدورت کا ازالہ بھی ہے جو کہ حب دنیا اور جاہ و جلال سے پیدا ہو جاتی ہے۔

۳۔ حضرت امام ربانی قطب سبحانی سیدنا ابو المواہب عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

وكان سيدي علي الخواص رضي الله عنه يقول اذا علم من الماشين مع الجنازة انهم لا يتركون اللغو في الجنازة ويشتغلون في الدنيا فينبغي ان يأمرهم بقول لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم فان ذلك افضل من تركه ولا ينبغي لفقيه ان ينكر ذلك الا بنص او اجماع فان مع المسلمين الاذن العام من الشارع بقول لا اله الا الله محمد رسول الله في كل وقت شاءوا والعجب من اعمى قلب من ينكر مثل هذا كذا في لواقح الانوار القدسية ص مطبوعہ مصر

میرے شیخ علی خواص فرماتے تھے جبکہ آپ کو معلوم ہوتا کہ یہ لوگ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت لغویات کو ترک نہیں کریں گے اور دنیاوی اشغال میں مشغول ہو جائیں گے تو انہیں حکم فرماتے کہ لا الہ الا اللہ کہتے چلو کیونکہ ترک کرنے سے کہنا افضل ہے اور فقیہ اس کا انکار نہیں کر سکتا جب تک اس کے پاس نص یا اجماع نہ ہو کیونکہ شارع نے ہر وقت امت کو ذکر اور کلمہ طیبہ کی اجازت بخشی ہے تعجب ہے اس دل کے اندھے پر جو اس ذکر سے روکتا ہے۔

(ف) امام شعرانی قدس سرہ کی شخصیت سے شاید ہمارے عوام نا واقف ہوں یہ وہ بزرگ ہیں کہ جنہوں نے علامہ عینی شارح بخاری شریف [illegible] ہے آپ کے اس مذکورہ حوالہ کے علاوہ اور دوسرا حوالہ [illegible] سے ہمارے [illegible] نہیں کیا [illegible] حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بعد [illegible] ہیں۔

حاشیہ: کذا فی فیض الباری شرح بخاری للکشمیری الدیوبندی [illegible]

ولا نمكن احداً من اخواننا ينكر شيئاً ابتدعها المسلمون على جهة القربة ورأوه حسناً سيما ما كان متعلقاً بالله و رسوله كقول الناس امام الجنازة لا اله الا الله محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم ونحو قراءة القرآن امامها ونحو ذلك فمن حرم ذلك فهو قاصر عن فهم الشريعة۔

ہم اپنے بھائیوں کیلئے انکار کی گنجائش نہیں چھوڑتے ہر اس عمل میں جو مسلمانوں نے شروع کیا صرف ثواب کی خاطر اور وہ اسے اچھا سمجھتے ہیں خصوصاً وہ معاملہ جو حضور علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے جیسے لوگ جنازہ کے آگے آگے پڑھتے جاتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یا کوئی قرآن پڑھتا جائے جو اسے حرام سمجھتا ہے وہ شریعت کے سمجھنے سے قاصر ہے۔

اسکے بعد کچھ آگے چلکر فرماتے ہیں۔

وكلمة لا اله الا الله محمد رسول الله اكبر الحسنات فكيف يمنع منها كذا في عهود المشائخ للشعراني رحمه الله تعالى

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بہترین نیکیوں میں سے ہے اس سے کیسے روکا جا سکتا ہے۔

شاید آپ کے زمانہ میں بھی بعض لوگوں نے جنازہ کے آگے کلمہ شریف وغیرہ پڑھنے کا انکار کیا تھا اس کی سختی سے تردید فرماتے ہوئے لکھا۔

ورأيت بعض حكام الفلوس حين يسمع قول المؤمنين لا اله الا الله محمد رسول الله في طريق الجنازة وهو يرى الحشيش يباع فلا يكلف خاطره ان يقول للحشاش حرام عليك بل رأيت فقيها منهم يأخذ معلوم امامته من فلوس بائع الحشيش فنسأل الله العافية ينبغي لعلماء الحارة ان يعلم من يريد المشي مع الجنازة عدم اللغو فيها وذكر من تولى وعزل من الولاة او سافر او رجع من التجار ونحو ذلك۔

ہم نے ایسا حاکم بھی دیکھا جو کلمہ کے ذکر سے روکنا چاہتا اور مومن لا الہ پڑھتے ہیں حکام کے ڈر کی بھیک مانگتا ہے بہت بار بھنگ بیچنے والوں کو دیکھا جاتا ہو اور بکتا ہے لیکن اس نے یہ نہیں کہا کہ حرام ہے بلکہ میں نے آنکھوں سے دیکھا کہ وہ بھنگ بیچنے والوں کی رقم لیکر امامت کا کام سرانجام دیتا ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہے محلہ کے علماء کیلئے ضروری ہے کہ وہ جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو لغو باتوں سے روکیں اور گلی کوچے کی باتوں سے منع کریں اور فضول کلام سے بھی کہ وہ فلاں فلاں جگہ کا حاکم ہوا فلاں معزول ہو گیا فلاں سفر پر گیا یا فلاں تاجر واپس آ گیا

اسی طرح حضرت سیدی عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ ناصحانہ کلمات لکھتے ہیں۔

لا ینبغی ان ینھی الواعظ عما قال بہ امام من ائمۃ المسلمین بل ینبغی ان یقع النھی عما اجمع الائمۃ کلھم علی تحریمہ کذا فی الحدیقۃ الندیہ۔

واعظ کیلئے لائق نہیں کہ کسی ایک امام کے قول کی وجہ سے کسی نیک کام سے روک دے بلکہ اس قول سے روکے جس کی حرمت پر تمام ائمہ کا اجماع ہو۔

عمدہ درمختار دفن کی بحث میں ہے۔

ولا باس بنقلہ قبل دفنہ وبالاعلام بموتہ وبارثہ بشعر او غیرہ۔

دفن سے پہلے اسے منتقل کرنے میں حرج نہیں ہے اور نہ ہی اسکے جنازہ کے اعلان میں حرج ہے اور نہ ہی اسکی مرثیہ خوانی میں حرج ہے۔

علامہ اس کے تحت علامہ شامی ردالمحتار میں لکھتے ہیں۔

ای اعلام بعضھم بعضا لیقضوا حقہ و کرہ بعضھم ان ینادی علیہ فی الازقۃ والاسواق والاصح انہ لا یکرہ اذا لم یکن معہ تنویہ بذکرہ۔

یعنی بعض کا بعض کو پتہ دینا تاکہ وہ اپنے حقوق پورے کریں بعض نے گلی کوچوں اور بازاروں میں اعلان مکروہ سمجھا ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مکروہ نہیں ہاں اسکے ذکر میں مبالغہ نہ ہو۔

جب فقہاء کرام نے اعلان جنازہ کیلئے یا ادائیگی حقوق کے لحاظ سے میت کا مرثیہ یا میت کے نام کا اعلان جائز رکھا ہے تو اس اعلان کی نیت سے ذکر خیر یا کلمہ شریف یا نعت خوانی ہو تو کونسا حرج ہے۔ ہمارے بعض علاقوں میں جنازہ کے آگے کچھ ایسے اشعار پڑھے جاتے ہیں جن میں خود محسوس ہوتا ہے کہ جنازہ جا رہا ہے اور پھر جنازہ کی شرکت کیلئے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے ہیں اس میں عوام کو ثواب اور میت کو کثرت جماعت سے نجات نصیب ہو جاتی ہے لیکن مسلمانوں کے دشمن ہمیشہ سے مسلمانوں کی بدخواہی کے در پے رہتے ہیں۔

علے سلسلہ نقشبندیہ کے سرتاج سیدنا بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنازہ کے آگے یہ اشعار پڑھنے کی وصیت فرمائی۔

سہ مفلسانیم آمدہ در کوئے تو
شیئاً للہ از جمال روئے تو

دست بکشا جانب زنبیل ما
آفرین بر دست و بر بازوئے تو

کذا فی مقامات مظہریہ ص ۱۵۶

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا پیر یعنی حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے جنازہ کے آگے ان اشعار کے پڑھنے کی وصیت فرمائی ؎

وفدت علی الکریم بغیر زاد ۔ من الحسنات والقلب السلیم

فحمل الزاد اقبح کل شیء ۔ اذا کان الوفود علی الکریم

مقامات مظہریہ ص [illegible]

اگر جنازہ کے آگے اشعار کا پڑھنا جاہلانہ یا ناجائز ہوتا تو ایسے قطب الاقطاب مشائخ کو جن کی سوچوں پر آجکل کے بڑے بڑے علماء قربان کئے جا سکتے ہیں ۔ ان کے جنازہ پر ہرگز کچھ نہ پڑھا جاتا۔ ان دو بزرگوں کے علاوہ اور بڑے بڑے علماء کرام کے جنازوں کے آگے اشعار پڑھے گئے ۔ اختصار کے پیش نظر صرف دو بزرگوں کے متعلق عرض کر دیا ہے ۔

باب دوم

(سوال) احادیث مبارکہ میں جنازہ کے آگے چلنے سے روکا گیا ہے ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ کے پیر و مرشد ہیں کیونکہ مقامات مظہریہ کے ضمیمہ میں اپنے پیر و مرشد کی منقبت فرماتے ہیں ؎ وانا سنی اہل المناقب والمنی ۔ علی قبرہ للرشد المفضال ۔ من خدہ آفاق عہد ظلامہا ۔ وھدی جمیع الخلق بعد ضلال ۔ اعنی غلام علی علم القوم الذی من لحظہ یحیی الرمیم البال ۔ [illegible] حضرت علامہ شامی کے پیر و مرشد ہیں ان کا ثبوت رد المحتار سے یہ ہے فرماتے ہیں ۔ [illegible] فی رسالۃ سل الحسام الہندی لنصرۃ سیدنا خالد النقشبندی ۔ اھ ۔ یہ رسالہ مجموعہ رسائل شامی کے حصہ دوم میں ہے ۔ [illegible]

يار خلفها قريبًا منها والراكب يكون خلفها ۔

(۵) وكان صلى الله عليه وسلم يمشي امام الجنازة وكذلك ابوبكر وعمر وعثمان رضي الله تعالى عنهم

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنازے کے آگے چلتے تھے۔

(۶) قال عمر سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول انتم مشيعون فامشوا بين يديها وخلفها وعن يمينها وعن شمالها قريبًا منها

حضرت عمر نے کہا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے تم میت کے مشایعتی ہو خواہ آگے چلو یا پیچھے دائیں یا بائیں لیکن اس کے قریب ہی رہو۔

(ف) ان احادیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جیسے جنازہ کے پیچھے چلنا جائز ہے ایسے ہی آگے چلنا جائز ہے۔

سوال: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ جنازہ کے پیچھے ہی چلتے تھے، چنانچہ سیدنا امام شعرانی کی کتاب کشف الغمہ صفحہ ۱۹۶ میں ہے۔

وكان علي رضي الله تعالى عنه يمشي خلف الجنازة الحديث

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ کے پیچھے چلتے تھے۔

جواب: درست ہے کہ پیچھے چلنے کا افضل بات تو صرف یہی تھی کہ جنازہ کے آگے چلنا جائز ہے احناف کے نزدیک بھی جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے لیکن وہ اس صورت میں ہے جبکہ جنازہ اٹھانے کی سعادت مقصود ہو چنانچہ جنازہ کے آگے یا پیچھے چلنے میں جو حدیثیں ہیں وہ بھی صرف افضلیت سے متعلق ورنہ آگے یا پیچھے چلنے کے جواز کے سب قائل ہیں اور افضلیت کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ چنانچہ مرقات شرح مشکوۃ، لمعات و اشعۃ اللمعات میں ذیل کی وجہ بیان فرماتے ہیں،

قال ابو حنيفة ...... وعلة المشي خلف الجنازة واتباع الناس واعتبارهم بالنظر اليها مقدامها كانهم شفعاء له

سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا پیچھے چلنا اس لئے ہے کہ لوگوں کو تنبیہ ہو اور انہیں عبرت ہو اور چونکہ علت یہ ہے کہ لوگ گویا میت کے سفارشی ہیں

؎ كذا في التعليق الصبيح شرح مشكوة وفيه تفصيل وتطويل فلينظر فيه ۱۲

الی اللہ تعالیٰ والشفیع یمشی قدام المشفوع
لہ ویزاد فی الاول فیکون مستعداً
للمساعدۃ والمعاونۃ فی حمل الجنازۃ
عند الحاجۃ وایماء الی انہم کالمودعین
واشارۃ الی انہم من السابقین وانہم من
اللاحقین

اور سفارشی پیش آگے ہوتے ہیں۔ جنازہ کے پیچھے چلنے
کی ایک علت یہ بھی ہے کہ پیچھے چلنے والا جنازہ کو کاندھا دینے
اور دوسری اعانت کیلئے تیار رہے۔ اور یوں بھی ہے
کہ لوگ امانت سپرد کرنے والے ہیں اور امانت سپرد کرنے
والے پیچھے ہوتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرف
اشارہ ہے کہ میت تم چلو ہم آئے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری ایک عجیب توجیہ بیان فرماتے ہیں جو ہمارے مقصد کیلئے مؤید
ہے وہ یہ کہ:۔

المشی امام الجنازۃ وانہ محمول ما نقل
انہم فعلوہ لفضیلۃ او لبیان الجواز
او لعارض اقتضی فی خصوص تلک الزمان

جنازہ کے آگے چلنا وہ عارضی حالات کیلئے ہے۔ یہ جو ہے
کہ صحابہ کرام نے فضیلت کیلئے پیچھے کو مطلع کیا۔ اور
آگے چلنا صرف جواز کیلئے تھا۔ یا اس زمانہ کے مقتضیات
سے یہ ضروری تھا۔

(ف) یہ او لعارض اقتضی فی خصوص تلک الزمان کا جز قابل غور ہے کہ کس طرح اہلسنت
کی ترجمانی فرمائی کہ اسی زمانہ کے مقتضیات کیلئے جنازہ کے آگے آگے چلنا جائز ہے۔ دور حاضر کے
بدمذہب کی کثرت اور ان کی پرزور سازش میں شرارت بازی سے کون واقف ہے۔ یہ بھی زمانہ کے
مقتضیات میں سے ہے کہ ذکر خیر و نعت قرآنی وغیرہ سے معلوم ہو کہ یہ جنازہ کسی مسلمان کا جارہا ہے
کسی بدمذہب کا نہیں اس کے علاوہ اور وجوہ بھی ہیں جو فقہی عبارات کے ساتھ آخر میں اعتراضات کے جوابات میں
عرض کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ کے پیچھے چلنے کا اصل جواب انہی کی اپنی زبان
اقدس سے سنئے۔

جب حضرت عبدالرحمن بن ابزی نے آپ کو جنازہ کے پیچھے پیچھے چلتا دیکھا تو عرض کیا:۔

قلت لعلی اراک تمشی خلف الجنازۃ
وھذان (ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)
یمشیان امامہا قال علی لقد علما ان فضل
المشی خلفہا علی المشی امامہا کفضل صلوۃ

میں نے عرض کی کہ میں آپ کو جنازہ کے پیچھے دیکھتا ہوں
اور شیخین آگے چلتے ہیں۔ حضرت علی نے فرمایا وہ
بھی جانتے تھے کہ پیچھے چلنا افضل ہے جیسے جماعت
کی نماز تنہائی نماز سے افضل ہے لیکن وہ آسانی چاہتے

علی صلوٰۃ الفرد ویکتبھا ابداً یہ تقاضا عوام کو جو اب سے سہولت نصیب ہو۔
امیرا علی الناس رواہ عبد الرزاق
فی مسندہ

(سوال) جب ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک میں جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے تو پھر تم اپنے امام کے خلاف عمل کیوں کرتے ہو۔

(جواب) امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیچھے چلنے کو افضل اس وقت مانا ہے جبکہ جنازہ کو اٹھانے میں تعاون کا مقصد ہو اور افضلیت کی علت اگر خصوص تلک الزمان کو بنایا جائے جیسے ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنایا۔ یا ان کو سفارش ماننے کی علت بنائی جائے۔ تو وہی آگے چلنا افضل ہوگا۔

بفضلہ تعالیٰ ہم اہلسنت جس طرح علی المرتضیٰ کے غلام ہیں۔ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بھی غلام ہیں۔ اسی لیے ہمیں دونوں حضرات کی سنت پر عمل کرنا نصیب ہے کہ ہمارے بعض اہلسنت جنازہ کے آگے چلتے ہیں اور بعض پیچھے۔

(سوال) فقہاء کرام نے جس طرح جنازہ کے آگے چلنے کو مکروہ لکھا ہے اسی طرح جنازہ کے آگے ذکر بالجہر کو بھی مکروہ تحریمہ فرمایا ہے جیسے مذکورہ استفتاء میں چند عبارات لکھی گئی ہیں اور بھی تقریباً احناف کی ہر چھوٹی بڑی کتاب (متون ہوں شروح ہوں فتاویٰ ہوں یا مسائل) میں اسی طرح کی ملتی جلتی عبارتیں ملتی ہیں۔

(جواب نمبر ۱) جب قرآن و حدیث کی تصریحات میں ذکر کے سلسلہ میں آگے چلنے کا جواز ہے تو پھر نصوص قرآنی و احادیث نبی الامی صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فقہ کے عبارات یا تاویل قبول نہیں یا ان کی تاویل واجب کیونکہ اصول فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ قرآنی نص کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو ان دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو دونوں پر عمل کیا جائے ورنہ خبر واحد اور قیاس کو رد کر دیا جائے گا۔

جب قرآن و حدیث میں ذکر کیلئے کسی وقت بھی ممانعت نہیں تو فقہی عبارات کی تاویل کرنی چاہیے (دھو مبینی) انشاء اللہ تعالیٰ۔

(جواب نمبر ۲) فقہاء کرام کی عبارات میں کہیں مطلقاً مکروہ لکھا ہے اور کہیں یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہی ہے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

(سوال) مکروہ تنزیہی جب خلاف اولیٰ ہے تو پھر تم باوجہ خلاف اولیٰ کے مرتکب کیوں ہوتے ہو

(جواب) بعض خلاف اولیٰ ہی بہتوں کا سبب ہوا ہے عمل میں لاکھوں ہزاروں عبادتوں سے بہتر ہوتا ہے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کے گندم دانہ کھانے کو تمام مفسرین نے خلاف اولیٰ کا حکم دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس عمل سے بے شمار فوائد مضمر تھے اسی لیے ان کے اس خلاف اولیٰ پر ہماری تمام عبادتیں قربان۔

مسئلہ جنازہ کے آگے ذکر خیر کا خلاف اولیٰ اس وقت ہے جب بے فائدہ آگے آگے چلنا پڑے۔ اگر اسمیں کوئی شرعی فوائد ہوں اور میت کی بخشش کا موجب اور عوام کے ثواب کا باعث بنے تو حرج نہیں ہے جیسے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جنازہ کے آگے آگے چلنے کی علت خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتائی۔

(جواب نمبر ۳) مکروہ بھی اس وقت ہے جبکہ اس میں زمانہ جاہلیت کے رسوم کے مطابق آگے آگے چلکر رونا دھونا اور دیگر غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنا پڑے ورنہ اگر محض ذکر حق اور صفات الہیہ مطلوب ہو اور دیگر وہی نیت ہو کہ ہماسے اس ذکر خیر سے عوام جنازہ میں زیادہ شرکت کریں تو پھر کراہت الیٰ ذکر غیر جائز ہے چنانچہ حضرت علامہ شامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں

واما رفع الصوت عند الجنائز فیحتمل ان المراد منه النوح والدعاء للمیت بعد ما افتتح الناس الصلوة او الافراط فی مدحه کعادة الجاهلیة بما هو یشبه المحال واما اصل الثناء علیه فغیر مکروه

بہرحال جنازے کے نزدیک آواز اونچا کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ نماز شروع کریں تو نوحہ شروع کیا جائے۔ یا دعائیں مانگنا شروع ہو جائیں یا اس کی حد سے زائد تعریفیں بیان کریں جیسے زمانہ جاہلیت میں عادت تھی باقی رہا میت کی اس کے حال کے مطابق تعریف کرنا سو وہ جائز ہے۔

ثابت ہوا کہ ہم اہلسنت کا ذکر خیر نعت خوانی رسوم جاہلیت کی یادگار نہیں بلکہ محض ثنائے حق اور دیگر فوائد بے شمار ہیں جنہیں بعد بار عرض کیا جا چکا ہے

جواب نمبر ۴

(قاعدہ) احکام شرعیہ معلول بعلت ہوا کرتے ہیں (قاعدہ) علت کے اٹھ جانے پر حکم بھی ختم ہو جاتا ہے (قاعدہ) زمانہ کے تبدیل ہو احکام بھی بدل جاتے ہیں جبکہ رفع علت ہو جائے۔ اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ فقہاء کرام نے مطلقاً مکروہ کا حکم نہیں دیا بلکہ متعلق بعلت کرکے یعنی جنازہ میں ذکر بالجہر مکروہ ہے۔ جبکہ جنازہ کے ساتھ چلنے والے فکر آخرت میں مصروف ہوں۔ چنانچہ حضرت

علامہ خیرالدین رملی استاذ صاحب۔ درمختار وغیرہ محققین نے بیان فرمایا کہ ذکر حسب آیات قرآنیہ
احادیث نبویہ میں مطلقاً جائز ہے بخلاف ذکر جس ہو بالسانی خفی یا جلی پھر فقہاء کی کراہت کا فتویٰ دیا تو
فقہاء کرام کی عبارت کی تاویل یوں ہوگی کہ جب متفکرین تفکر موت میں مستغرق ہوں تو وہاں ذکر کرنا ہی
بہتر ہے جیسے ذکر بالجہر اس وقت بھی ناجائز ہے جبکہ لوگ میٹھی نیند میں ہوں۔

فقہاء کرام نے ذکر امام الجنازہ کی کراہت کا قیاس اسی کراہت پر کیا ہے۔ کہ جب نیند لوگوں کی لذت
نفسانی ہے اس وقت ذکر بالجہر مکروہ ہے تو تفکر موت روحانی لذت ہے اس وقت کیوں نہ مکروہ ہو
لیکن انصاف سے کہیے کہ آجکل جنازہ کے ساتھ چلنے والے موت کی فکر میں مستغرق ہوتے ہیں یا ہنسی ٹھٹھا
مذاق۔ گپیں اڑانا۔ حقہ نوشی بکواس بازی میں مصروف ہوتے ہیں۔ ذکر کی کراہت معلول بعلت تفکر موت
تھی اب وہ تفکر موت کی علت ختم تو کراہت کا حکم بھی ختم نماز کا متبدل ہو کر۔ آج میت کے ساتھ جانے والوں
کی یہ حالت ہے کہ زوالک پر اگر پرندہ درخت پر بیٹھا ہے تو ان کے شور سے بھاگ اٹھتا ہے۔ اس کی تفصیل
آگے چل کر بیان کی جائے گی۔

جواب نمبر ۵

ذکر بالجہر کی کراہت خواص کیلئے ہے کیونکہ وہ چونکہ میت کے جنازہ میں اپنی موت کے تصور میں ڈوبے
ہوں لہٰذا ان کے ذکر بالجہر سے تفکر موت ہی افضل ہے۔ اور شرعی امور میں بہت سے ایسے مسائل ہیں جنہیں
عوام و خواص کے احکام جدا جدا ہوا کرتے ہیں۔

مثلاً (۱) عید سے پہلے کوئی نوافل نہیں لیکن عوام کو نہ روکا جائے (۲) تکبیرات دس ذوالحجہ کے ایام میں
تکبیرات بالجہر سے عوام کو نہ روکا (۳) مکروہ اوقات میں عوام کو نماز پڑھنے سے نہ روکیں (جیسے) صلوٰۃ مغرب وغیرہ
نوافل کی ہجوم سے عوام کو ممانعت نہ کرے لیکن خواص کو جائز نہیں کہ ان اعمال و افعال کے مرتکب ہوں۔

سوال

اسلاف میں میت کے آگے آگے ذکر اور کلمہ طیبہ کا طریقہ نہیں تھا۔ لہٰذا یہ بدعت ٹھہرا اور کل بدعت
ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔

جواب

یہ سوال نہایت فرسودہ اور عامۃ الورود ہے مخالف ہر کار خیر پر بدعت کا پہاڑ اٹھاتا ہے۔ اور یہ ایک ایسا
حربہ ہے کہ جس سے عوام کے ایمان کمزور ہو کر تمام چکنا چور کر دیتا ہے۔ حالانکہ نفس ذکر اور کلمہ طیبہ اور نعت کو ان

عہ: اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔

بدعت کہہ سکتے ہیں خواہ جنازہ کے آگے ہو یا پیچھے کسی وقت بھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جب یہ لوگ کار ہر وقت ہیں تو بقول اہلسنت جنازہ کے آگے آگے پڑھنا جائز کیوں اور بقول مخالف ناجائز کیوں۔ آخر جواز و عدم جواز کیلئے علت چاہیئے محض جہالت حکم لگا ہی نہیں۔ اپنے منہ سے کسی قول و فعل کو ناجائز کہہ دینے سے فعل ناجائز نہیں ہو جاتا۔ اور نہ ہی اسلاف کے ذکر نہ کرنے سے وہ فعل فی نفسہ برا ہو جاتا ہے۔ بیشمار امور شریعت میں ہیں جنہیں آج اسلاف ملاحظہ فرمائیں تو فرمائیں گے۔ "حدث اشئی عجیب" ان کا شمار فقیر نے اپنے رسالہ "بدعت" میں بیان کیا ہے صرف ایک جزئیہ تنبیہ ملاحظہ ہو۔

عالمگیری کتاب الکراہیت باب آداب المصحف میں لکھا ہے:

لا بأس بكتابة اسامي السور وعدد الآي وهو وان كان احداثا فهو بدعة حسنة وكم من شئ كان احداثا وهو حسن وكم من شئ يختلف باختلاف الزمان والمكان

قرآن کی سورتوں کا اور آیتوں کے گننے میں حرج نہیں اگرچہ یہ عمل بدعت ہے لیکن بدعت حسنہ ہے بہت سے امور بدعت ہوتے ہیں لیکن اختلاف زمانہ و مکان کے اعتبار سے اچھے ہو جاتے ہیں۔

ہماری اس مختصر تقریر سے مخالف کا عدم جواز کا قول ہباءً منثورا ہو گیا۔ اب اہلسنت کے جواز کے دلائل ملاحظہ ہوں۔ ہر کہ اپنی عقل کے پیچھے دوڑتا ہے۔ یہ اصول فقہ کا مسئلہ ہے کہ وہ ہے اطلاق کا ان باتوں کا زمانہ ہو یا حرف میں ہے نہ تھا کہ ہمارے اسلاف ہر وقت مستغرق باللہ رہتے تھے خصوصاً جنازہ کے وقت تو ان پر کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اسی لیے ان کیلئے جنازہ کے آگے آگے ذکر خیر نہ کرنا بہتر تھا۔ اگر آج کل عوام بھی اس طرح کے ہو جائیں تو سب جبراً یہ عمل ترک کر دیں گے چنانچہ عارف ربانی امام شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(۱) وما انا لم يكن الكلام والقراءة والذكر امام الجنازة في عهد السلف لانهم كانوا اخلاقهم حيث اشتركوا كلهم في الحزن عليه حتى كان لا يعرف قريب الميت من غيره وكذا لا يقدرون على النطق الكثير لما هم عليه من ذكر الموت بل سمت الميت من كل كلام فاذا وجدت جماعة بهذه الصفة فلك يا اخي منعا الا فلا تمنعهم فتدبر

اسلاف میں جنازہ کے آگے ذکر وغیرہ کا طریقہ اس لیے نہ تھا کہ جب کوئی فوت ہو تو تمام ہی برابر کے شریک ہوتے یہاں تک کہ کسی کو معلوم نہ ہوتا کہ ان میں میت کا رشتہ دار کون ہے اور غیر کون ہے۔ وہ تو موت کے خوف سے بول بھی نہ سکتے تھے ان کی زبان ہر کلام سے گونگی ہو جاتی مگر ہم آج بھی ایسے لوگوں کو پائیں تو ہم جنازہ کے آگے کسی ذکر وغیرہ کا حکم ہرگز نہیں دیں گے۔

ولا ذکر (عمدۃ المشائخ)

حضرت شیخ عثمان بحیری شرح اقناع جلد دوم میں لکھتے ہیں

(۲) قولہ لفظاً ای برفع صوت ولو بقرآن او ذکر او صلوٰۃ علی النبی علیہ السلام وھذا باعتبار ما کان فی الصدر الاول والا فالآن لا باس بذالک لانہ شعار المیت لان ترکہ مزریۃ بہ ولو قیل بوجوبہ لم یبعد کما نقل المدابغی

ماتن کا کہنا لفظاً یعنی آواز اونچا کرنا اگرچہ قرآن پڑھنا ہو یا ذکر کرنا ہو یا نعت لیکن یہ حالت صدر اول کیلئے تھی ورنہ آج تو یہ باتیں جائز ہیں اسلئے کہ ان امور کے چھوڑنے میں بہت خرابیاں ہیں بلکہ مجھ سے کوئی پوچھے تو میں کہوں گا کہ آج ان امور کو وجوباً کہا جائے۔

(۳) سیدنا امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ لواقح الانوار القدسیہ میں فرماتے ہیں۔

وقد کان السلف الصالح لا یتکلمون فی الجنازۃ الا بھا ورد وکان الغریب لا یعرف من ھو القریب من المیت حتی یعرف لغلبۃ الحزن علی الحاضرین کالھم۔

اسلاف تو جنازہ میں اتنا بولتے جتنا ضرورت ہوتی مسافر تو میت کے قریبی رشتہ دار کو نہ پہچان سکتا تھا اسلئے کہ سب حاضرین پر برابر حزن و غم کا غلبہ ہوتا تھا۔

ویسے اصل مقصد بھی یہی ہے کہ جنازہ کی حاضری میں یوں تصور کرو کہ بس اب میں نے بھی قبر میں جانا ہے سیدنا علی المرتضیٰ نے فرمایا

ـــــــ واذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

جب تو کسی جنازہ کو قبروں کی طرف لیجاتا ہے
تو یقین کرلے ایک دن تجھے بھی اٹھا کر لیجائیں گے

کتاب الاذکار مصنفہ امام النووی میں ہے

والحکمۃ فیہ ظاھرۃ وھی انہ اسکن لخاطرہ واجمع لفکرہ فیما یتعلق بالجنازۃ وھو المطلوب فی الحال۔

اس میں حکمت ظاہر ہے کہ اس سے دل کو سکون اور فکر کو جمعیت نصیب ہوتی ہے جو کہ جنازہ کے متعلق ہے اور اس وقت یہی مطلوب ہے۔

مخالفین اسلاف کے طریقہ کا ڈھونگ تو رچا سکتے ہیں لیکن انہیں ان کا طریقہ نصیب بھی ہوا ہے۔

صحابہ کرام فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم

وجلسنا معہ کان علی رؤسنا الطیر (رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ فی دفن المیت)

ہم حضور کی معیت میں بیٹھتے جبکہ کسی جنازہ میں شرکت کرتے تو ہم ایسے ہوتے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔

جب صدر اول میں اسلاف کا یہ طریقہ تھا کہ انھیں جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ معلوم نہ ہوتا کہ داہنے ہاتھ کون ہے اور بائیں پر کون، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا اور اپنے لئے یہ وقت تصور کرتا کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور ہمارے اعمال کی کیا حالت ہوگی۔ ہر ایک دھن میں مستغرق ہوتا گویا وہ اسکو اپنا جنازہ سمجھتا بلاشبہ اسوقت سکوت ہی افضل عبادت ہے اسی کیفیت کیلئے فقہاء کا یہ فتویٰ صادر ہوا۔

وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت — جو جنازہ کے پیچھے چلے اس پر خاموشی مناسب ہے

(رد المحتار شامی)

اور الحدیقۃ الندیہ میں سیدی عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وینبغی ان یطیل الصمت وسنن المرسلین الصمت معها کذا فی منیۃ المفتی۔ — جنازہ کے پیچھے خاموشی واجب ہے اور انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی طریقہ تھا۔

صدر اول کے بعد جب زمانہ بدلا اور صدر کا سا خوف مسلمانوں میں نہ رہا خاموشی محض بہتوں کو باعث پریشانی ہوا اس لئے قلوب علماء حق نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ

فان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ الخ رد المحتار ص ۹۳۲۔ — اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے جنازہ کے پیچھے تو دل ہی دل میں کرے۔

کیونکہ خاموشی محض فی نفسہ کوئی شے نہیں بلکہ اگلی شریعتوں میں چپ روزے کا حکم تھا اب ہماری شریعت میں وہ بھی منسوخ یہاں تک کہ ہماری شریعت میں کھانے کے وقت بھی خاموشی نہ ہونی چاہئے بلکہ اس وقت بھی کوئی ذکر خیر ہوتا رہے کھانے کے وقت محض خاموشی مجوس کا کام ہے

انھیں وجوہ کے پیش نظر ارشاد ہوا۔

ان لا یزال لسانک رطبا من ذکر اللہ۔ — ہمیشہ ذکر سے تیری زبان تر رہے۔

عرصہ دراز تک خفی ذکر پر عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ یہ دور آگیا کہ جنازہ کے ساتھ جانیوالے دنیوی باتیں ہنسی مذاق، مسلمانوں کی غیبتیں کرتے ہیں۔ اگر قبرستان میں کچھ دیر بیٹھنے کی نوبت آئی تو [illegible] گپیاں اڑاتے ہیں۔ بعض بے باک تو اتنا عدیم الحیا ہوتے ہیں کہ [illegible] کے طور تاش [illegible] کھیلنا شروع کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں کی اس حالت زار کو دیکھ کر شریعت [illegible] نے بلند آواز سے ذکر کلمہ طیبہ۔ اور نعت خوانی کا پروگرام [illegible] لگے لیکن مسلمانوں کے دشمن کب گوارا کر سکتے ہیں کہ [illegible] مسلمانوں کی حالت خوشگوار [illegible] تبدیل ہو اسی لئے عدم جواز کا فتویٰ جڑ دیا۔

خلاصۃ المرام یہ ہوا کہ صدر اول سے لیکر زمانہ حال کے اظہار نے مجبور کر دیا کہ صرف اہل اسلام کی بھلائی کیلئے ذکر حق۔ کلمہ طیبہ۔ نعت خوانی کا مشغلہ شروع کیا گیا ہے تاکہ میت کو بھی فائدہ اور ساتھ چلنے والوں کو بھی ثواب ہوگا اور دوسرے عوام بھائی بھی جنازہ میں شرکت کر سکیں۔

سوال:۔ فکر موت میں مستغرق ہونے والے افراد اب بھی بکثرت دستیاب ہو سکتے ہیں پھر دور کی تبدیلی پر احکام کی تبدیلی کا کیا معنے۔

جواب:۔ فتح القدیر۔ رد المحتار۔ و دیگر کتب فقہ میں ہے اور فقہ میں اکثر کا اعتبار ہوتا ہے والنادر منتفی والقلیل بحکم اس قاعدہ کے مطابق للاکثر حکم الکل والقلیل کالمعدوم مشہور محاورے زبان زد عوام ہیں۔

سوال:۔ اسلامی احکام بدلنے کا کیا معنے یہی بات تو یہود و نصاریٰ کو پیش آئی کہ وہ کہتے ہیں دور کہنا قد ودر الزمان اب تم اس پر عمل کرنے لگ گئے۔

جواب:۔ تفصیل تو فقیر کے رسالہ "تنشیط النفوس الزکیۃ" میں ہے اجمالی جواب یہ ہے کہ ہر حکم زمانہ کی تبدیلی پر نہیں بدلتا ہر وہ حکم تبدیل ہوتا ہے جو علت کے متعلق ہو پھر جدھر علت کا رخ بدلتا جائیگا حکم اسی طرف پھرتا جائے گا۔ جیسے فقہ کے ماہر کو معلوم ہے مثلاً دور اول میں قرآن کی تعلیم۔ امامت پر۔ آذان پر اجرت لینا مطلقاً حرام تھا لیکن اب اکثر علماء کرام اپنے اکثر اور منفیہ کو اجرت پر بھی ادا کر رہے ہیں۔ قرآن پاک پر زمانہ اول میں اعراب۔ آیات۔ رکوع کا تعین نہیں تھا لیکن ہمارے دور میں ضروری ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح دور اول میں خاموشی بہتر تھی کہ ان کے دلوں میں خوف خدا تھا ہمارے حالات کچھ اور ہیں اسی لئے ذکر الٰہی سننے سے کچھ تو جانب اللہ ہوگی فھذا جائز۔

مخالفین جنازہ کے آگے آگے ذکر حق۔ کلمہ طیبہ۔ نعت خوانی کو تو روکتے ہیں بلکہ حرام و بدعت کے فتوے لگاتے ہیں لیکن خود جنازہ کے وقت ہنسی مذاق گپیں مارتے پھرتے ہیں یا کم از کم یہ برائیاں دیکھتے ہوئے بھی لیکن کبھی جرأت کر کے عوام کو نہیں روک سکتے ایسے لوگوں کی عقل پر پالے پڑ گئے کہ کلام سلام اور ہنسی مذاق گپیں اڑانا جائز اور ذکر حق۔ ذکر مصطفےٰ اور کلمہ طیبہ کا ذکر حرام و بدعت پھر کیوں نہ کہا جائے

مشرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے۔

(سوال) جنازے کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا ہندوؤں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ جنازہ کے آگے آگے

چیختے جاتے ہیں "رام رام ست ہے" اور تم بھی شور مچاتے ہو اور کفار سے مشابہت ناجائز ہے
لہٰذا یہ منع ہے۔

جواب ۱۱؎ مخالفین کا کار خیر سے روکنے کا یہ بھی ایک بڑا حربہ ہے میں نے ایک مختصر سا رسالہ دیکھا جس کا نام ہے "مردہ فیکس" اس میں بڑے زوردار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ گیارہویں عرس، تیجہ، چہلم، جمعراتیں اور قرآن خوانی، ختم شریف، سب ہندوؤں کی رسمیں ہیں معاذ اللہ (انا للہ وانا الیہ راجعون) حالانکہ اہل اسلام میں کو نسا بد نصیب ہے جو ایصال ثواب کا منکر ہو اور پھر تعیین یا مختلف طریقوں کی ادائیگی سے کس طرح ہندوانہ رسمیں ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ تعصب سے بچائے۔ یہ سوال بھی کچھ اسی قسم کا ہے اسکے تفصیلی جواب کیلئے تو دفتر چاہئیں اجمالی جواب یہ ہے کہ علم معانی کا قاعدہ ہے کہ تشابہ بین الشیئین کیلئے شرط ہے کہ وہ دونوں چیزوں میں تناقض نہ ہو اسی لئے زمین و آسمان اور رات و دن اور نور و ظلمت اور وجود و عدم کے مابین تشابہ جائز نہیں۔ اب مخالف کے سوال پر غور کر دیکھئے تشابہ بھی اسی قسم سے تو نہیں۔ بدیہی بات ہے کہ جیسے وجود و عدم اور نور و ظلمت کا اجتماع محال ہے اسی کفر و اسلام کا اجتماع بھی ممتنع ہے جب کفر و اسلام کا اجتماع ممتنع ہے پھر مخالف کا تشابہ کا وہم بھی غلط اور سراسر غلط ہوگا۔

جواب ۱۲؎ اگر تشابہ مان لیا جائے تو آخر کسی بات کو وجہ تشبیہ کو متعین کرنا ہوگا ورنہ تشابہ بے کار اور ظاہر ہے کہ وجہ تشبیہ ذکر ہے لیکن حضور ﷺ کا ورد ذکر میں اتحاد نہیں کیونکہ ہمارا ذکر حق ہے یا نعت مصطفےٰ اور ہندوؤں کا ذکر بتوں کے نام۔ جب وجہ تشبیہ میں اتحاد نہیں تو سوال کیسا حالانکہ وجہ تشبیہ میں اتحاد ضروری ہوتا ہے کما ہو معلوم لماہر الفنون۔

جواب ۱۳؎ اگر وجہ تشبیہ کسی حیثیت سے مان لی جائے تو بھی کفار کے ساتھ ہر تشابہ حرام نہیں بلکہ وہ تشابہ حرام ہے جو ان کے دھرم کا شعار بن چکا ہو ورنہ بہت سے معاملات میں ہم ان کے ساتھ بڑی مشابہت رکھتے ہیں مثلاً ہم بھی جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور وہ بھی بتوں کا ہم بھی تبرک کیلئے مکہ معظمہ سے زمزم کا پانی لاتے ہیں اور وہ بھی تبرک کیلئے گنگا کا پانی لاتے ہیں ہم بھی ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں وہ بھی۔ ہم بھی عبادت کیلئے جگہ مقرر کر لیتے ہیں وہ بھی۔ وغیرہ وغیرہ اگر ہر معاملہ میں ان سے مشابہت کی وجہ سے حرام ہے تو پھر دین و اسلام کے شعار کو خیر باد کہہ دینا چاہئے۔

سوال :- راستہ میں کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھنا بے ادبی ہے کیونکہ وہاں تو گندگیاں ہوتی ہیں لہٰذا ذکر کا نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

کہ صدہا بری باتوں سے لوگ محفوظ رہتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں کلمہ طیبہ کا ثواب فوراً وقت
میت کو پہنچ جاتا ہے۔ یہاں ایک حکایت قابل ذکر ہے۔ حضرت سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی رحمۃ
اللہ علیہ کے ایک مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا آپ نے سبب دریافت کیا اس نے بروئے مکاشفہ عرض
کیا کہ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں اسلئے پریشان ہوں۔ حضرت نے ایک لاکھ پچھتر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ
کسی وقت پڑھا تھا ابھی تک اس کا ثواب کسی کو نہ بخشا تھا تو بنوائے حدیث شریف کہ حضور پرنور سید عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پچھتر ہزار یا سوا لاکھ کلمہ شریف پڑھ کر اگر بخشا جائے تو اس میت کی
مغفرت ہو جاتی ہے اپنے دل ہی دل میں اس مرید کی ماں کو اس کا ثواب بخش دیا اور اس کو اطلاع نہ
کی۔ مگر بخشتے ہی یہ دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہشاش بشاش ہے اور اس کا غم و الم دور ہو گیا آپ نے پھر سبب
دریافت کیا اس نے عرض کی اب اپنی والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ اس کو سن کر آپ نے فرمایا کہ جوان کے
مکاشفہ کی صحت تو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوئی اس حکایت سے
مانعین کو سبق حاصل کرنا چاہیے کہ جنازہ کے ساتھ جو کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کی برکت سے قبر تک پہنچنے سے
پہلے ہی امید مغفرت ہے اور میت کا الغریق المستغیث بخشش کی طرح ہوتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو چکے ہیں
سوائے صدقات جاریہ کے احیاء کی طرف سے جو ثواب پہنچایا جائے وہ اس کیلئے غنیمت ہے الحاصل جنازہ
کے ساتھ کلمہ طیبہ بلند آواز سے پڑھنا بلا شبہ جائز و مستحسن ہے اور احیا و اموات خصوصاً اس میت کو
نفع عظیم پہنچتا ہے اور ایسے مفید اور کار آمد امر سے خاص کر اس دور پرفتن میں کہ عوام پہلے ہی سے غفلت
میں پڑے ہوئے ہیں ذکر الٰہی سے روکنا ہرگز ناجائز اور اس کے ممنوعیت میں کوئی وجہ شرعی موجود نہیں ہے اور
اس کار خیر کو شرک و کفر اور حرام قطعی کہنا اور اس کے فاعلین کو گمراہ و بدعتی بتانا جدید شریعت گھڑنا ہے اس
مسئلہ میں علماء متقدمین نے صدہا رسائل تصنیف و تالیف فرمائے لیکن مانعین و معاندین پر خیر بہت سمجھا کر
نہ آئے اور دن بدن یہ عمل بڑھتا جاتا ہے بمبئی و کاٹھیاواڑ میں قدیم الایام سے ذکر کا جنازہ کے
ساتھ کرنا معمول چلا آرہا ہے۔

شعر

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

فقیر قادری ابو البرکات سید احمد غفرلہ

بہترین بلند اخلاق اعلیٰ کردار کا مالک وہ ہے جس کی زبان پر ہر وقت ذکر الٰہی جاری ہو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ فَقَالَ طُوْبٰی لِمَنْ طَالَ عُمُرُہٗ وَحَسُنَ عَمَلُہٗ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (رواہ الترمذی واحمد) (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۶)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول خدا کی خدمت میں آیا پھر عرض کیا کہ لوگوں میں بہتر کون ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوشخبری ہے اس شخص کے لئے جس کی عمر لمبی اور عمل اچھے ہوں اس نے عرض کی یا رسول اللہ کونسا عمل افضل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو دنیا سے رخصت ہو اور تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

ذکر الٰہی کے حلقے جنت کے باغ ہیں

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جس وقت جنت کے باغوں سے گزرو تو خوب چرا کرو صحابہ کرام نے عرض کیا جنت کے باغ کیا ہیں آپ نے فرمایا ذکر کے حلقے ہیں۔

جو مجلس ذکر الٰہی کے بغیر ہی ختم ہو جائے اس پر افسوس اور حسرت ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ یَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ فِیْہِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِیْفَۃِ حِمَارٍ وَکَانَ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً (رواہ احمد وابوداؤد)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں کوئی بھی کوئی قوم کسی مجلس سے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو مگر گویا کہ وہ مردار گدھے کی لاش سے اٹھے اور ان پر حسرت اور افسوس ہے۔

ذکر الٰہی ہی ایک ایسا پاکیزہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

شیخ التفسیر حضرت العلامہ الحافظ مولانا ابو الصالح

محمد فیض احمد اویسی کی دیگر تصانیف -

۵/-	نعم الکامی شرح شرح جامی حصہ اول	زیر ترتیب	احسن البیان مقدمہ تفسیر القرآن
۵/-	" " " " حصہ دوم	۵/-	فیوض الرحمٰن ترجمہ تفسیر روح البیان پارہ اول
-/۵۰	اویسی شرح ایساغوجی	-/۲۵	تفسیر سورۃ فاتحہ
۱/۵۰	ابواب الصرف مع شرح اردو	-/۱۲	چہل حدیث اردو
-/۵۰	فضل الٰہی شرح صرف بہائی	-/۲۰	فیض رضا شرح کریما اردو
/۲۵	معجزات حصہ اول اردو	-/۲۰	علم غیب
/۱۲	اویسی نامہ حصہ اول	/۲۵	ہدیۃ الضیاء فی شرح حیات الانبیاء
-/۲۰	حاضر و ناظر	زیر طبع	صدائے نوری شرح مثنوی معنوی
-/۱۲	ہدیۃ الاخیار فی مسائل السہو والقبلہ	-/۲۰	التحقیق الجلی فی مسلک شاہ ولی
-/۱۲	ولی اللہ کی پرواز	-/۵۰	نشر الجواہر علی الاذکار لدم الخناجر
۳/-	التوضیح الکامل شرح شرح مائۃ عامل اردو	[illegible]	القول المجلی فی ان المصنف تذہب الی فریضۃ الولی
-/۲۵	انگوٹھے چومنے کا ثبوت	-/۵۰	غوث اعظم اور بڑھیا کا بیڑا
-/۲۵	جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت	۱/-	صیانۃ اللسان عن غیبۃ الاخوان
۱/-	تنقیح التعالی فی رؤیۃ الہلال	-/۲۵	خلاصۃ المنطق مع شرح
-/۵۰	تحفۃ الاحباب لمطالعۃ الکتاب	-/۲۵	قواعد منطق
زیر طبع	فیضیہ شرح کافیہ عربی مع رسالہ موقت مسامی	زیر ترتیب	التذکار السعید فی ذکر خواجہ غلام فرید
		زیر طبع	سفر آخرت
زیر ترتیب	دعا مانگنے کے اصول	زیر طبع	تذکرہ علماء اہلسنت

ملنے کا پتہ :- مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ - بہاولپور